موت کے بعد زندگی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

قرآن مجید کا بیان اور اس کے دلائل

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علم کے بعد دوسرا بڑا علم جو انبیاء دنیا کو عطا کرتے ہیں اور جو ان کے بغیر کسی اور ماخذ سے قطعاً حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ علم ہے کہ انسان مر کر دوبارہ زندہ ہوگا اور یہ عالم ٹوٹ پھوٹ کر دوبارہ بنے گا۔ اس دوسری زندگی میں انسان کو اپنی پہلی زندگی کا حساب و کتاب دینا ہوگا۔ اس بنے دنیا کی زندگی میں جو کچھ کیا ہے وہ اس کے سامنے آئیگا۔ انسان کے پاس اس علم کے حصول کے لئے انبیاء کے سوا کوئی ذریعہ نہیں انسان کے پاس علم کے اخذ کرنے کی جو طاقتیں ہیں۔ ان سے نہ یہ علم ابتداً حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی تردید کی جاسکتی ہے حواس، عقل، تجربہ اور ان کے علاوہ انسان کی مخفی طاقتیں (حواس باطنی) اور اشراق و روحانیت میں سے کوئی قوت اور ماخذ ایسا نہیں ہے جس سے اس عالم کی زندگی کے علاوہ کسی اور زندگی کے وجود اور اس کی تفصیلات کو ثابت کیا جاسکے اور نہ کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ اس زندگی میں عالم آخرت کا مشاہدہ کیا جاسکے، یہ معلومات سب غیب سے تعلق رکھتی ہیں اور غیب کا ادراک انسان خود نہیں کرسکتا، اس کے علوم اور اس کی عقل اس کے حاصل کرنے میں انسان کی کوئی مدد نہیں کر سکتی، ان علوم اور عقل کے ذریعہ نہ اس کو ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی تردید کی جاسکتی ہے۔

انسان کے لئے دو ہی باتیں باقی رہ جاتی ہیں یا انبیاء پر اعتماد کرکے اور ان کے دعویٰ کی صداقت کے شواہد و قرائن کو دیکھ کر ان کے بیان کی تصدیق یا بغیر کسی علمی ثبوت اور دلیل کے اس کا انکار۔

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ جو مخلوقات بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں ان میں سے کسی کو بھی غیب کا علم نہیں سوا اللہ کے (اور اسی لئے) انہیں معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کی سمجھ بالکل عاجز ہو گئی ہے بلکہ وہ اس کے بارے میں دھوکے میں ہیں بلکہ وہ اس سے بالکل اندھے ہیں۔" (النمل ع ۹)

لیکن جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے اس پیش آنے والی حقیقت کے شواہد (آیات) اور اس کے وجود کے امکانات اس دنیا میں اور اس زندگی میں ملتے ہیں جن سے انسان یہ قیاس کرسکتا ہے کہ یہ واقعہ ہر طرح ممکن ہے۔ اور اس میں کوئی عقلی اشکال نہیں ہے۔

اس کا ایک بڑا قرینہ اور اس کا ایک شاہد خود انسان کی پیدائش اور اس کی زندگی ہے اس نے عدم سے وجود تک، پھر وجود کے بعد تکمیل وجود تک کتنے منازل طے کیے ہیں۔ اس نے مٹی سے نطفے، نطفے سے جمے ہوئے خون کی یا جونک کی شکل اختیار کی، پھر ایک مشکل یا غیر مشکل گوشت کا ٹکڑا بنا، پھر ہڈیوں کا ڈھانچا بنا، پھر اس کو گوشت کا جامہ پہنایا گیا، پھر وہ ایک دوسری مخلوق بن کر نمودار ہوا، پھر اس پیٹ کی اندھیری کوٹھڑی سے نکلنے کے بعد وہ کچھ مدت تک طفولیت کے گہوارہ میں رہا، پھر جوانی کے سر سبز میدان میں قدم

رکھا، پھر یا تو اس کا دوسرا قدم موت کی چوکھٹ پر پڑا، یا اس کو اتنی مہلت ملی کہ زندگی کی اس بہار کو دیکھ کر اس نے بڑھاپے کی فصلِ خزاں بھی دیکھی اور زندگی کا الٹا سفر شروع کیا، یعنی جوانی کے بعد بڑھاپے میں پھر اس پر بچپنے کی کیفیتیں طاری ہونے لگیں، اس کی قوتوں نے ایک ایک کر کے جواب دے دیا ذہن اور حافظہ نے ساتھ چھوڑا، وہ بچے کی طرح بے بس، دوسروں کی دستگیری اور خبر گیری کا محتاج ہوا۔ اس پر خود فراموشی طاری رہنے لگی، اس کے لیے ہر جانی پہچانی چیز انجانی ہوگئی۔

اس منزل پر سفر کا ایک حصہ ختم ہوگیا لیکن اس کا سفر ختم نہیں ہوا، صرف سفر کی ایک درمیانی منزل پیش آئی جس کا نام عالمِ برزخ ہے۔

موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

پس جس کو انسان کی اصل و حقیقت (مٹی اور پانی) اور پھر اس کا آغاز اور اس کی خلقت معلوم ہے اس کے نزدیک مر کر زندہ ہونے میں کونسا عقلی اشکال ہے اور جس نے انسان میں اتنے انقلابات کا مشاہدہ کیا اس کے لیے ایک آخری انقلاب کو ممکن ماننے میں کیا دشواری ہے۔ زندگی کے بعد موت کا دوسرا کھلا ہوا نمونہ زمین کی دوبارہ زندگی کے مناظر ہیں جو بار بار آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں، یہ زمین جس کے سینہ میں ہزاروں پیدا ہونے والے انسان اور زندہ ہونے والے حیوانات کی زندگی کی امانتیں اور خزانے ہیں، وہ خود مردہ پڑی ہوتی ہے۔ اس کے ہونٹوں پر سوکھ کر پپڑیاں جم جاتی ہیں۔ وہ مٹی کا ایک بے حس و بے جان لاشہ ہوتا ہے جس میں نہ خود زندگی ہوتی ہے اور نہ کسی اور چیز کے لیے زندگی کا سامان، لیکن جب اس کے ہونٹوں پر آسمانی آبِ حیات کے قطرے گرتے ہیں اور اس کا حلق تر کرتے ہوئے سینہ تک پہنچ جاتے ہیں تو وہی زمین موت کی نیند سے دفعتاً بیدار ہوجاتی ہے اس میں زندگی کی توانائی اور جوانی کی رعنائی دوڑ جاتی ہے وہ گویا کہ جھومتی اور مست ہوتی ہے۔ اس کا دہانہ دولتوں، شادابیوں اور زندگی کا خزانہ اگل دیتا ہے۔ مہکتا ہوا سبزہ، لہلہاتی ہوئی کھیتی اور سطحِ زمین پر ابھرے ہوئے اور پھیل جانے والے کیڑے اور حشرات زمین کی اندرونی زندگی اور حیات بخشی کا پتہ دیتے ہیں۔ برسات اور بہار کے موسم میں زمین کی اس زندگی کا منظر کس نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا؟ زندگی بعد موت کے شواہد و مناظر ہر جگہ دیکھے جاسکتے ہیں اور ہر ایک ان کو دیکھ سکتا ہے۔ البتہ جو شخص تشریحِ اجسام اور زمین کے احوال و تغیرات سے واقف ہے اور جس نے نباتات و حیوانات کے ظہور و نشو و نما کا مطالعہ کیا ہے اس کے لیے اس کی تصدیق اور بعثت بعد الموت کے قیاس کا زیادہ موقع ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا ان دونوں حقیقتوں کو حیات بعد الممات کے ثبوت کے لیے پیش کیا ہے اور ان کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے:

ترجمہ: "اے لوگو اگر تم کو قیامت کے بارہ میں شک ہے تو (غور کرو کہ) ہم نے تم کو بنایا ہے مٹی سے پھر نطفہ سے پھر بندھے ہوئے خون سے پھر گوشت کے مشکل یا غیر مشکل ٹکڑے سے تاکہ ہم اپنی قدرت

تمہارے لیے ظاہر کریں اور ٹھہرا دیتے ہیں جس نطفہ کو چاہیں رحم میں ایک مقررہ مدت تک پھر نکالتے ہیں تم کو بچہ بنا کر تا کہ پھر تم پہنچو پوری جوانی کو اور بعضے تم میں وہ ہوتے جو اٹھا لیے جاتے ہیں (جوانی ہی میں) اور بعضے وہ ہوتے ہیں جو پہنچائے جاتے ہیں (بڑھاپے والی) نکمی عمر تک (جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) علم و فہم حاصل کرنے کے بعد وہ پھر (سٹھیا کر) بے علم ہو کر رہ جاتا ہے (اور دوسری دلیل یہ ہے کہ) تم دیکھتے ہو زمین کو خشک پھر جب نازل کرتے ہیں اس پر بارش تو وہ تر و تازہ ہو جاتی اور پھولتی ہے اور طرح طرح کے خوشنما سبزے اگاتی ہے یہ سب اسی لیے ہے کہ اللہ کی ہستی ہی حق ہے اور جلائے گا مردوں کو اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یقیناً قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے قبر والوں کو۔"
(سورہ حج ع ۱)

دوسری جگہ فرمایا گیا:

ترجمہ: "اور ہم نے بنایا انسان کو مٹی کے خلاصے سے پھر رکھا ہم نے نطفہ ہم نے ایک محفوظ مقام میں (یعنی رحمِ مادر میں) پھر بنا دیا ہم نے اس نطفہ کو منجمد خون پھر کر دیا ہم نے اس جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا پھر بنائی ہم نے اس مضغہ گوشت میں ہڈیاں پھر جامہ پہنایا ہم نے ہڈیوں کو گوشت کا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) ایک نئی مخلوق بنا دی پس بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر تم سب اس کے بعد یقیناً مرو گے اور پھر قیامت کے دن یقیناً زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے"۔ (مومنون ع ۱۰)

زمین کی زندگی اور پانی کی جاں نوازی کی کیفیت قرآن نے اپنے معجزانہ الفاظ میں جا بجا بیان کی ہے۔

"اللہ ایسا قادر و حکیم ہے کہ وہ بھیجتا ہے ہوائیں، پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل پھر وہ اس کو پھیلا دیتا ہے فضائے آسمانی میں جیسے چاہتا ہے اور کر دیتا ہے اس کو ٹکڑے ٹکڑے پھر تم دیکھتے ہو مینہ کو، نکلتا ہے اس کے درمیان سے، پس جب پہنچا دیتا ہے، وہ بارش اپنے بندوں میں جن کو چاہتا ہے تو وہ خوشی کرنے لگتے ہیں حالانکہ اس بارش کے نزول سے پہلے وہ ناامید ہوتے ہیں سو اللہ کی رحمت کے آثار تو دیکھو وہ کیسے زندگی بخش دیتا ہے زمین کو اس کی مردگی کے بعد، بتحقیق یہی اللہ جِلانے والا ہے مردوں کو وہ ہر چیز پر قادر ہے" (الروم ع ۵)

ترجمہ: "اور اللہ ہی ہے جس نے بھیجی ہوائیں پس وہ اٹھاتی ہیں بادل کو، پھر ہانک دیتے ہیں اس کو کسی بے جان شہر کی طرف، پھر ہم اس کے ذریعے زندہ کر دیتے ہیں زمین کو اس کی مردگی کے بعد۔ بس ایسے ہی ہوگا حشر نشر۔" (فاطر ع ۲)

ترجمہ: "اور اس کی کھلی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین کو بے جان خشک آثارِ حیات سے خالی، پھر جب ہم اس پر برسا دیتے ہیں پانی تو وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی ہے، یقیناً وہی اللہ جس نے زمین مردہ کو یہ زندگی بخشی وہی دوبارہ زندہ کرے گا مردوں کو اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (فصلت ع ۵)

ترجمہ: "اور وہ اللہ جس نے آسمان سے پانی ایک خاص مقدار میں پھر اس کے ذریعہ زندگی بخشی کسی مردہ علاقہ کو، پس ایسے ہی تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے۔" (زخرف ع ۱)

دو نشانیوں اور کھلے ہوئے دو نمونوں کے علاوہ بھی کائنات کا یہ عظیم و وسیع کارگاہ زندگی بعد موت ان کے نمونے اور منظر دن رات پیش کرتی رہتی ہے۔ یہاں دم دم بن بن کر چیزیں بگڑتی اور ٹوٹ پھوٹ کر بنتی

رہتی ہیں، ایک بے جان بے شعور چیز سے اچھی خاصی، جیتی جاگتی ذی حیات ہستی اور ایک اچھی خاصی جان دار ہستی سے بالکل بے جان اور مردہ چیز بر آمد ہوتی ہے بہت سی اشیا سے ان کے متضاد آثار و نتائج کا ظہور ہوتا ہے۔ بہت سی مخلوقات میں خلقت کا اعادہ اور زندگی کی بازگشت ہوتی رہتی ہے جس میں خالقِ کائنات کی اس لاانتہا قدرت، مخلوقات کی ابتدائی خلقت اور تکوین و تخلیق کی وسعت کا کچھ بھی مطالعہ کیا ہے اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی حیات بعد الموت میں شک نہیں ہو سکتا اور اس کے لیے اس میں قطعاً کوئی عقلی اشکال نہیں ہے۔

ترجمہ: ''کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اوّل بار پیدا کرتا ہے مخلوق کو، پھر وہ ان کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ یہ چیز اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ آپ ان سے کہیے کہ ملک میں چل پھر کر دیکھو کہ اللہ نے خلقت کو کس طرح پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، پھر وہی اللہ آخری بار بھی پیدا کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (العنکبوت ع ۱)

ترجمہ: '' نکالتا ہے اللہ زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندگی بخشتا ہے زمین کو مردگی کے بعد پس ایسے ہی قیامت میں تم اٹھائے جاؤ گے۔'' (روم ع ۲)

اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے کسی چیز کو نیست سے ہست کرنا اور پھر اس کو دوبارہ زندگی بخشنا، دونوں یکساں طور پر آسان ہیں لیکن انسان کے لحاظ سے کسی چیز کا دوبارہ بنانا اس کے پہلی دفعہ بنانے سے بہرحال زیادہ آسان ہے اس لیے جس نے ایک بار خدا کی صفت خلق کا اعتراف کیا اس کے لیے اس صفت کے دوبارہ ظہور کا اعتراف کرنا بالخصوص جبکہ وہ مخلوق بالکل معدوم نہ بھی ہوئی ہو کچھ مشکل نہیں ہے۔

ترجمہ: ''وہی ہے جو اوّل بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور دوبارہ پیدا کرنا اس کو زیادہ آسان ہے اور آسمان و زمین میں اس کی شان سب سے اعلیٰ ہے اور وہ زبردست (قادر مطلق) اور حکمت والا ہے۔'' (روم ع ۳)

ترجمہ: ''کیا قیامت کا انتظار کرنے والا انسان اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ ہم نے اس کو ایک حقیر نطفہ سے بنایا ہے سو اب وہ کھل کر اعتراض کرنے لگا ہے۔ اس نے ہماری شان میں ایک عجیب بات کہی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ کون زندہ کرے گا مردہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہو جائیں گی۔ آپ کہیے کہ جس نے ان کو پہلی دفعہ بنایا تھا وہی ان کو دوبارہ زندہ کر دے گا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جانتا ہے وہی جو اپنی قدرت سے بعضے ہرے درختوں سے آگ نکالتا ہے۔ پھر تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔ تو کیا جس نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے پھر پیدا کر دے؟ کیوں نہیں، وہ تو بہت پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا، اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کا اختیار ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹو گے۔'' (یٰسین ع ۵)

ترجمہ: '' اور اللہ نے ایک خاص طور پر تم کو زمین سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ تم کو بعد مرگ اسی زمین میں لے جائے گا۔ پھر قیامت میں وہی تم کو اس سے باہر لے آئے گا۔'' (نوح ع ۱)

پھر جس نے اس عالم میں خدا کی صفات کا ظہور دیکھا ہے اور جو اس کی قدرت اور حکمت کے عجائبات

سے واقف ہے اس کے لیے یہ کیا عجیب چیز ہے۔

ترجمہ: "کیا ان لوگوں کو اس کا علم نہیں کہ جس اللہ نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں اور ان کی تخلیق سے وہ تھکا نہیں، وہ اس کی قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (احقاف ع ۴)

ترجمہ: "کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی جانب آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے اور (روشن ستاروں سے) اس کو رونق بخشی ہے اور اس میں کوئی رخنہ تک نہیں ہے اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ جمائے اور طرح طرح کے خوشنما سبزے اگائے اس میں ہر رجوع ہونے والے بندے کے لیے بینائی اور دانائی کا سامان ہے اور ہم نے آسمان سے برکتوں والا پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے باغات اور کھیتی کا غلہ پیدا کیا، اور لمبی لمبی کھجوریں جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہیں، یہ سب بندوں کی روزی کیلیے اور ہم نے اس کے ذریعے مردہ شہر کو زندگی بخشی، بس ایسے ہی ہوگا حشر و نشر۔" (ق ع ۱)

ترجمہ: "ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا، پھر تم (دوبارہ ہمارے پیدا کرنے کی) کیوں تصدیق نہیں کرتے اچھا تو یہ بتلاؤ کہ تم جو عورتوں کے رحم میں مادۂ تولید پہنچاتے ہو تو تم اس کو آدمی بناتے یا ہم بناتے ہیں۔ ہم نے تمہاری موت کے اوقات مقرر رکھے ہیں اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تم جیسے اور آدمی پیدا کردیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جس کو تم جانتے بھی نہیں اور جب تم کو اول پیدائش کا علم ہے پھر تم (اسی سے دوبارہ پیدائش کو) کیوں نہیں سمجھ لیتے۔ اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ تم جو زمین میں تخم ڈالتے ہو تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کر دیں جن سے تم متحیر رہ جاؤ اور کہنے لگو کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا، ہم تو بالکل محروم رہ گئے، اچھا یہ تو بتلاؤ کہ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بدلیوں سے اتارا ہے یا ہم اس کو برساتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اسکو کڑوا کر ڈالیں، سو تم شکر کیوں نہیں کرتے، اچھا یہ تو بتلاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔" (واقعہ ع ۳)

ترجمہ: "معاد پر یقین نہ رکھنے والا انسان کیا یہ گمان کرتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا (اور اس کا کوئی خاص مستقبل نہ ہوگا) کیا وہ پہلے ایک قطرۂ منی نہ تھا جو رحمِ مادر میں ٹپکایا گیا، پھر وہ منجمد خون ہو گیا، پھر اللہ نے اس پر صورت گری کی اور اس کے اعضا درست کیے۔ پھر اس سے دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت تو کیا جس اللہ نے یہ سب کچھ اپنی قدرت سے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔" (قیمہ ع ۲)

اس عالم پر تفکر کی نظر ڈال لیں اور اس پر مجموعہ کائنات کو بحیثیت مجموعی اور اس کے اجزاء کو فرداً فرداً موجہ اور بامقصد پانے سے انسان کا اندرون اور اس کا وجدانِ سلیم خود شہادت دیتا ہے کہ اس عالم کے بعد ایک دوسرا عالم اور اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہونی چاہیئے جو اس عالم اور زندگی کا تتمہ ہو جس میں اس زندگی کے اعمال کے نتائج ظاہر ہوں، اگر یہ عالم اور زندگی نہیں تو انسان کی خلقت ایک فعلِ عبث اور یہ سارا کارخانہ بے مقصد اور بے غایت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرتِ سلیم کو مخاطب کیا ہے اور فرمایا ہے:

ترجمہ: "کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔" (قیمہ ع ۲)

ترجمہ: "کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تمہیں فضول و عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹو گے" (مومنون)

زمین و آسمان کے متعلق فرمایا:

ترجمہ: ''اور ہم نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی کائنات کو بے کار اور بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے اور ہم نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کائنات کو کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا ہے'' (الدخان)

زمین و آسمان اور ان کے عجائبات پر غور کرنے سے انسان کا ضمیر خود ہی شہادت دیتا ہے اور اس کی زبان خود اس کا اعتراف کرتی ہے۔

ترجمہ: ''آسمان وزمین کی تخلیق میں اور یکے بعد دیگرے دن رات کی تبدیلی میں ان عقل و خرد والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھتے اور لیٹنے کی حالت میں اللہ کو یاد کرتے اور یاد رکھتے ہیں اور زمین و آسمان کی تخلیق کے بارہ میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے اس کا خانۂ عالم کو عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ تیری ذات پاک ہے۔ پس تو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، تو نے جس کو دوزخ میں ڈالا اس کو رسواہی کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (آلِ عمران ع)

ایمان بالآخرت کے خواص

ایک مستحکم اور راسخ عقیدہ، ایک صحیح اور بے عیب تخم کی طرح ہے جب دل کی زمین میں یہ تخم پڑ جائے اور زمین اس کو قبول کر لے اور پھر اس کی آبیاری اور خدمت بھی ہو تو اس سے ایک سر سبز پودا ظاہر ہوتا ہے، پھر وہ ایک درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو پوری زندگی کو اپنے سایہ میں لے لیتا ہے۔

ایمان بالآخرت بھی ایک تخم ہے جو اپنے اندر ذاتی خواص رکھتا ہے جب اس کا صحیح اور طبعی نشوونما ہو جاتا ہے تو پھر اخلاق و اعمال، سیرت و کردار، رفتار و گفتار کوئی چیز اس کے اثر سے خارج نہیں ہوتی، ایک معتقد آخرت اور منکر آخرت کی زندگی اور سیرت میں وہی فرق ہوتا ہے جو مختلف بیجوں سے پیدا ہونے والے درختوں کی شاخوں، پتوں اور پھولوں میں ہوتا ہے۔ معتقد آخرت کی نفسیت و مزاج، اس کی عقلیت، اس کے اخلاق، سب منکر آخرت سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ دو مختلف سانچے ہیں جن سے دو بالکل مختلف قسم کی ذہنیتیں ڈھل کر نکلتی ہیں۔ ان دونوں میں اصولی اور مرکزی فرق یہ ہوتا ہے کہ معتقد آخرت عاجل کے مقابلہ میں آجل، نقد کے مقابلہ میں قرض، مسرت فانی کے مقابلہ میں راحت جاودانی کا طلبگار ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس اصولی فرق کو اپنی آیات میں بار بار واضح کیا ہے اور اہمیت کے ساتھ اس کو پیش کیا ہے، دنیا کو وہ عاجلہ کہتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کو وہ آخرت کہتا ہے اور دونوں میں انتخاب کی اجازت دیتا ہے۔

ترجمہ: ''جو شخص دنیا ہی کی نعمت چاہے تو جتنا چاہیں گے اور جس کے واسطے چاہیں گے اس کو دنیا میں فی الحال دے دیں گے اور پھر ہم اس کے واسطے تجویز کریں گے جہنم جس میں وہ بد حال اور راندۂ درگاہ ہو کر داخل ہو گا اور جو کوئی آخرت کا ثواب اور اس جہان کی خوشی، عیش چاہے گا اور اس کے واسطے اسکی والی کوشش کرے گا اور شرط یہ ہے کہ وہ مومن بھی ہو تو ان کی کوشش مقبول ہو گی۔'' (بنی اسرائیل ع ۲)

یہ دو مختلف قسم کی کھیتیاں ہیں، ایک کھیتی جو ابھی بوئی جائے اور آخرت میں کاٹی جائے، دوسری جو فوراً بوئی جائے اور فوراً کاٹی جائے۔ قرآن مجید میں جہاں دونوں کھیتیوں کا ذکر کیا ہے، وہاں ایک بڑا

لطیف فرق رکھا ہے فرمایا ہے کہ جو آخرت کی کھیتی چاہے گا ہم اس میں برکت عطا فرمائیں گےاور دنیا کی کھیتی چاہے گا ہم اسکو اس میں دے دیں گے، یعنی ایک کا نتیجہ فوراً ظاہر ہو جائے گا اور دوسرے کے نتیجے کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔

ترجمہ: ''جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے گا تو ہم اس کی کھیتی میں برکت دیں گےاور جو کوئی دنیا ہی کی کھیتی کو مقصد بنائے گا ہم اس کو اس میں سے کچھ نہ کچھ دے دیں گے۔ اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ ''(شوریٰ ع۳)

منکر آخرت کی اس عاجلانہ اور مستعجلانہ ذہنیت کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''ہرگز نہیں تم تو بس دنیا کو چاہتے ہو اور آخرت کو چھوڑے ہوئے ہو۔ ''(قیمہ ع ۱)

ترجمہ: ''یقیناً یہ لوگ دنیا کے متوالے ہیں اور اپنے آگے آنے والے بڑے بھاری دن کا خیال چھوڑے ہوئے ہیں۔ ''(دھرع۳)

انہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: ''پھر ان کے بعد کے وہ جانشین آئے جو کتاب (تورات کے وارث ہوئے) اور (اس کے ذریعے) اس دنیا فانی کی دولت حاصل کرنے لگے (یعنی کتاب اللہ کے علم کو انہوں نے دنیاوی کمائی کا ذریعہ بنایا) اور (اس کو معمولی گناہ سمجھتے ہوئے) انہوں نے کہا کہ ہماری بخشش ہو ہی جائے گی اور (درحقیقت ان کا حال یہ کہ) اگر ان کو ایسی دولت (اللہ پر افتراء پردازی کر کے بھی) حاصل ہو تو وہ اس کو لے لیں گے۔ کیا ان سے اس کتاب کا عہد نہیں لیا گیا؟ کہ اللہ کے متعلق بجز حق کے کچھ نہ کہیں اور انہوں نے اس کتاب کے احکام کو پڑھا بھی ہے اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم اس کو سمجھتے نہیں۔ ''(اعراف)

دونوں کے منتہائے نظر اور مطلوب میں بھی فرق ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے رب ہم کو دنیا ہی میں دے دے اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور بعضے وہ ہیں جو یوں دعا کرتے ہیں کہ ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھی اچھی زندگی دے اور آخرت میں بھی اچھی زندگی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو بچا۔ ''(بقرہ ع۲۵)

زندگی اور دنیا کے متعلق دونوں کا تخیل اور نقطۂ نظر ایک دوسرے سے اصولی طور پر مختلف ہوتا ہے، ایک کہتا ہے:

ترجمہ: ''اے میری قوم! یہ دنیا تو بس ایک کھیل تماشا ہے آخرت ہی اصل ٹھکانے کا گھر ہے۔''

دوسرا کہتا ہے:

ترجمہ: ''یہاں میرے لیے بس دنیوی زندگی ہی ہے اور ہمیں اسی دنیا میں مرنا اور جینا ہےاور ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ ''(مومنون)

آخرت کے عقیدے کے ساتھ تکبر، ذاتی رفعت کا شوق اور زمین میں فتنہ و فساد اور تخریب کا جذبہ جمع نہیں ہو سکتا ان مقاصد و اخلاق کو اس عقیدے کے مزاج سے کوئی مناسبت نہیں، اللہ تعالیٰ نے صاف کہ دیا ہے۔

ترجمہ: ''آخرت کا یہ گھر (جنت اور اسکی نعمتیں) ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کرتے ہیں جو زمین میں اپنی بڑائی اور فساد انگیزی نہیں چاہتے اور اچھا انجام صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ ''(قصص پ ۲۰)

اس لیے ایک معتقدِ آخرت کی زندگی میں ذاتی سر بلندی کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا، اس سے حکومت و اقتدار کی حالت بھی بندگی اور نیاز مندی کی خو نہیں جاتی۔ بلکہ جس قدر اس کی گردن فراز ہوتی ہے اسی قدر اس کا سرِ نیاز جھکتا ہے۔ اس کو جب طاقت اور دولت حاصل ہوتی ہے تو وہ ایک منکرِ آخرت (قارون) کی طرح نہیں پکار اٹھتا کہ:

ترجمہ: "مجھے یہ اپنے ہنر اور دانش سے حاصل ہوئی ہے۔" (زمر پ ۲۴)

بلکہ ایک خدا شناس اور معتقدِ آخرت بندے (سلیمان کی طرح) کہتا ہے:

ترجمہ: "یہ میرے پروردگار کی بخشش ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔" (النمل پ ۱۹)

وہ جب اپنے ہاتھوں کو کھلا ہوا اور اپنی سلطنت کو پھیلی ہوئی دیکھتا ہے تو اس پر ایک خدا فراموش بادشاہ (فرعون) کی طرح یہ نہیں کہہ اٹھتا:

ترجمہ: "کیا ملک مصر اور یہ حکومت میری نہیں ہے؟ اور نہریں میرے نیچے بہ رہی ہیں۔" (زخرف پ ۲۵)

ترجمہ: "کون مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے" (حم پ ۲۴)

بلکہ ایک پیغمبر بادشاہ کی طرح اس کا دل حمد سے لبریز اور اس کی زبان شکر سے زمزمہ سنج ہو جاتی ہے اور بے اختیار ہو کر کہتا ہے۔

ترجمہ: "اے اللہ مجھے توفیق دے اور میرے لیے مقدر کردے کہ میں تیرے ان انعامات کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہوں اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر۔" (النمل پ ۱۹)

وہ دنیا کی اس حکومت پر مطمئن اور قانع نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے کہ اصل عزت آخرت کی عزت ہے اور اصلی دولت خدا کی سچی غلامی کی دولت ہے۔ اس لیے وہ خدا کے انعامات کے شکر کے ساتھ جس آخری چیز کی خواہش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا سے ایک سچے فرمانبردار کی طرح اٹھے اور خدا کے نیک بندوں میں شامل ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کہتے ہیں:

ترجمہ: "اے پروردگار تو نے مجھے بادشاہت دی اور خوابوں کی تعبیر کی علم اور اس کے ذریعے حقائق فہمی بھی عطا فرمائی، زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے اب تو مجھے اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھا لے اور صالحین کے ساتھ شامل کردے۔" (سورہ یوسف پ ۱۳)

معتقدِ آخرت دنیا کی رسوائی کے مقابلہ میں آخرت اور میدان حشر کی رسوائی سے زیادہ ڈرتا ہے، وہ اس کے تصور سے لرزاں رہتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ جس دن مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے اور بس وہی لوگ (اس دن رسوائی سے بچیں گے) جو قلبِ سلیم لے کر آئیں گے۔" (شعرا پ ۱۹)